بلوچستان میں ذکر اقبال

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

سرزمین بلوچستان میں اقبال شناسی کی روایت کی نشاندہی قریباً پون صدی پہلے سے ہوتی ہے۔ بلوچستان میں سیاسی بیداری کے علمبردار، مردِ مجاہد، نامور ادیب و شاعر نواب زادہ میر یوسف علی عزیز مگسی (۱۹۰۸ء۔۱۹۳۵ء) علامہ اقبال سے بڑے متاثر تھے۔ میر محمد امین خان کھوسہ علیگ اپنے مضمون ''بلوچستان کے اولین انقلابی راہنما''[۱] میں لکھتے ہیں: اقبال کے کلام میں ایک صحیح آدمی کے صحیح جذبات کے ابھارنے کی پوری طاقت موجود ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی بھی صحیح اور جذبات بھی صحیح ہوں۔ شکوہ اور جواب شکوہ اور اقبال کی دیگر نظمیں اس نوجوان سردار کی سیاسی راہنما بنیں، اور آناً فاناً یہ ناز و نعم میں پلا ہوا نوابزادہ اپنی قوم میں سے جہالت اور مفلسی دور کرنے کے خیال سے بلوچستان کے استبدادی حلقہ پر یلغار کرتا ہے''۔

یوسف عزیز نے اہل بلوچستان کو ابھارنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے۔ کراچی سے مختلف اخبارات (البلوچ، بلوچستان، بلوچستان جدید اور ینگ بلوچستان) جاری کرائے جو یکے بعد دیگرے ضبط ہوئے۔ انہوں نے اپنے علاقے میں فلاح و بہبود کے متعدد کام کیے مثلاً **کھیرتر** نہر بنوائی۔ ایک قصبے کی بنیاد رکھی اور سکول قائم کیا۔ اس زمانے میں پچاس ہزار روپے کے ذاتی عطیہ سے ''جامعہ یوسفیہ عزیزیہ'' قائم کی۔ غریبوں کے لیے شفاخانہ اور دارالاقامہ کا انتظام کیا۔ انہوں نے اپنے احباب کو اردو میں بے شمار خطوط تحریر کیے جو نہ صرف ان کی اپنی شخصیت کے آئینہ دار ہیں بلکہ مسلمانوں کے بارے میں اصلاحی تقاضوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اسلام کا سماجی فلسفہ یہ ہے کہ انفرادی مفاد اجتماعی مفاد کے تابع ہو۔[۲] انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ قید خانے میں ''پیام مشرق'' کا مطالعہ کرتے رہے۔ اس کا پی پر بعض مقامات پر اپنے خیالات کا بھی اندراج کیا۔[۳]

یوسف عزیز کی شاعری کے ذریعے ہم بلوچستان کے سیاسی شعور کا اس وقت کے ہندوستان کے اس بھرپور سیاسی شعور سے رشتہ پیوست ہوتے دیکھتے ہیں جس کا اردو میں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں اور دوسرے ان گنت چھوٹے بڑے شاعروں کے واسطے سے اظہار ہو رہا تھا اور جس کی بنا پر اردو ہندوستان کی تحریک آزادی کی اور آگے چل کر تحریک پاکستان کی زبان بن گئی۔ میر یوسف عزیز مگسی کچھ عرصہ (۱۹۲۳ء۔۱۹۲۷ء) پنجاب کی سیاسی اور انقلابی فضا میں بھی رہے تھے کیونکہ ان کے والد محترم میر قیصر خاں مگسی کو انگریزوں نے ملتان جلاوطن کر دیا گیا تھا اور وہ وہیں دفن ہیں۔ میر یوسف عزیز ان کے ہمراہ ملتان میں رہے۔

عارف سیمابی سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ مئی ۱۹۳۵ء کے تباہ و برباد کرنے والے زلزلے سے پہلے بلوچستان میں ''انقلاب زندہ باد'' وغیرہ قسم کا کوئی نعرہ یا فقرہ تک زبان سے ادا نہ کیا جا سکتا تھا۔ قانون کی سختی اور عام لوگوں کی مجبوری کا اندازہ اس ایک چھوٹے سے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ یوم النبی ﷺ کے مبارک موقع پر نعتیہ مشاعرے میں ایک شاعر نے جو علامہ اقبال سے بڑے متاثر تھے، اپنی نعت میں انقلاب کا لفظ نظم کر دیا۔ دوسرے روز اس شاعر کو پولیس کے دفتر میں اس خطرناک لفظ کے معنی سمجھانے پڑے، اس لفظ کے استعمال کا موقع محل بتانا پڑا، اپنی صفائی پیش کرنا پڑی۔ پھر بھی کوئٹہ کے ایک خان بہادر صاحب کی سفارش پر اس بیچارے کا چھٹکارہ ہوا ورنہ شاید ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ کوئٹہ میں ۱۹۳۵ء کے قیامت خیز زلزلہ کے بعد لاہور میں جو ریلیف کمیٹی قائم ہوئی تھی اس میں علامہ اقبال نے بنیادی کردار ادا کیا۔[۴]

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی جنہوں نے ایران میں علامہ اقبال کو متعارف کرانے کے لیے گرانقدر اور ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ مئی ۱۹۳۱ء میں محکمہ تعلیم بلوچستان سے بحیثیت سینئر انگلش ٹیچر وابستہ ہوئے۔ آپ کو شروع ہی سے علامہ اقبال کے کلام سے گہرا لگاؤ تھا۔ ڈاکٹر غلام سرور سابق صدر شعبہ فارسی کراچی یونیورسٹی کا کہنا ہے کہ ۱۹۲۳ء میں عرفانی' علامہ اقبال کی **اسرار و رموز** چکوال ہائی سکول کے بزم اقبال کے جلسوں میں اپنی مخصوص لے میں ہمیں سنایا کرتے تھے۔[۵]

بلوچستان میں اقبال شناسوں میں ایک نمایاں مقام رکھنے والے چودھری محمد (۱۹۰۵ء-۱۹۷۴ء) سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج کوئٹہ اور ناظم تعلیمات بلوچستان اکثر کہا کرتے تھے کہ ''خواجہ عبدالحمید عرفانی ''فنافی الاقبال'' ہیں اور اس طرح اقبال کے کلام سے لگاؤ پیدا کرتے ہیں کہ استاد ہوں یا شاگرد سبھی اقبال کے کلام کا اشتیاق سے مطالعہ کرنے لگتے ہیں''۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے۔ خواجہ عبدالحمید عرفانی کی تحریر[۶] کے مطابق کوئٹہ میں مقیم چند اہل علم و ادب دوستوں (جن میں ملک محمد صادق شاذ خواجہ مسعود، منشی فضل کریم، سید اکبر حسین رضوی، سید اعجاز حسین رضوی، لطیف خلیلی، تحریک پاکستان کے معروف شاعر بشیر فاروق، نیک محمد عاطفی بلوچستان کے ''حالی'' اور ''حسان'' صوفی نثار احمد محشر رسول نگری اور دس بارہ برس بعد آنے والے قادر الکلام شاعر سید آغا صادق حسین کے نام قابل ذکر و احترام ہیں) کے تعاون سے ۱۹۳۱ء سے قائم شدہ بزم اقبال، اردو اور فارسی زبان کی خاص طور پر علامہ اقبال کے اردو اور فارسی کلام کی ترویج اور تبلیغ کی خدمت انجام دیتی رہی۔

خواجہ عبدالحمید عرفانی نے تاحد مقدور اپنے پٹھان اور بلوچ شاگردوں میں اقبال کے اردو اور فارسی کلام کو مقبول بنانے میں کوشش کی۔ آپ ہی نے بلوچستان سے اقبال شناسی کی روایت ایران پہنچائی۔ جس پر سرزمین بلوچستان فخر کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر عرفانی کی ایک درجن سے زائد کتابیں تہران اور کراچی سے شائع ہوئیں۔ جو

پاکستان و ایران کے تحکیم روابط کا باعث بنیں۔ڈاکٹر عرفانی پہلے شخص ہیں جنہیں حکومت ایران نے بزرگ ترین اعزازات سے نوازا اور حکومت پاکستان نے بھی خطاب دے کر ان کی قدر افزائی کی۔

۱۹۰۳ء میں پہلی بار علامہ اقبال بلوچستان میں بمقام فورٹ سنڈیمن (ژوب) تشریف لائے تھے۔آپ نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے دربن، مغل کوٹ، تنگی سر اور مانی خواہ ہوتے ہوئے براستہ دانا سر (دانے کا سرا، پہاڑ کی چوٹی، فاصلہ ۱۱۰ میل، ۱۹۰۳ء میں درہ میں سے اونٹوں کے قافلے کا قدرتی اور واحد راستہ۔بعد ازاں بڑی مشکل سے سڑک بنائی گئی) فورٹ سنڈیمن (ژوب) تک سفر کیا تھا۔کیونکہ وہاں آپ کے بھائی صاحب ایک مصیبت میں گرفتار تھے۔[7]

کمال الدین احمد نے ''صحافت وادیٔ بولان میں'' [8] میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۹ء میں دو مرتبہ کوئٹہ تشریف لائے۔آپ بسنت سنگھ لین میں بابو عبدالحق جو زبردست ویٹ لفٹر اور گھوڑا اٹھایا کرتے تھے اور فضل الہٰی جن کا یہاں پہلا موٹروں کی مرمت کا کارخانہ تھا کے پاس مقیم ہوئے۔یہ دونوں علامہ اقبال کے عزیز تھے اور علامہ کا قیام یہاں صرف تین چار دن رہا۔

۱۹۳۳ء میں نادر شاہ کی دعوت پر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، علامہ سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر سر راس مسعود کابل (افغانستان) تشریف لے گئے تھے۔چار روز کے بعد ۲ نومبر ۱۹۳۳ء کو بذریعہ چمن، کوئٹہ واپس آئے تھے۔چمن میں شہر کے دروازے پر ہی مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا اور ایک ریستوران میں لا کر بٹھایا۔اہالیان شہر کا تقاضا تھا کہ اقبال اور سید سلیمان ندوی ایک شب چمن میں قیام کریں اور مسلمانوں کے سامنے تقریریں کریں۔لیکن ان حضرات نے معذرت کی۔چمن سے کوئٹہ آتے ہوئے علامہ اقبال نے بتایا تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں ان کے والد محترم نے کہا تھا ''جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اسی طرح اترا ہے جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزہ نہیں''۔سر راس مسعود نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا کہ جب بی۔اے پاس کرلو گے تو بتاؤں گا۔آپ نے جب بی۔اے پاس کرلیا تو ان کے والد محترم نے ان کو کچھ طریقے اور دعائیں تلقین کیں اور نوجوان بیٹے سے عہد لیا کہ وہ ہمیشہ اپنی زبان و قلم سے ملت محمدی کی خدمت بجالاتا رہے گا۔علامہ صاحب کی شاعری ان کے والد مرحوم کی زندگی ہی میں پورا فروغ پاچکی تھی اور ایک عالم ان کے نغمہ سے سرشار و مست تھا اور مسلمانوں میں وہ قیامت انگیز تاثیر پیدا کررہا تھا اور بالآخر باپ اپنے بیٹے کی اس عیسیٰ نفسی سے مسرور ہوکر اس دنیا سے سدھارا۔

اس سفر میں علامہ اقبال کے ایک رفیق غلام رسول خان بیرسٹر بھی ہمراہ تھے۔سب صاحبان مغرب اور عشاء کے درمیان کوئٹہ پہنچے اور یہاں کے ڈاک بنگلے میں قیام کیا۔کوئٹہ میں اس وقت خاصی سردی تھی۔بستر اور سامان لاری کے ذریعے رات دس بجے پہنچا اور سب نے شکر کا کلمہ پڑھا۔سب نے کھانا ڈاک بنگلے کے ڈائننگ روم میں

کھایا۔ کھانا انگریزی تھا مگر بہت معمولی اور بہت خراب پکا تھا۔ ناچار پاؤ روٹی اور مکھن پر گزارہ کیا۔ اگلے روز صبح سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود باہر گئے تو خفیہ پولیس کے انسپکٹر نے جو کلاہ و دستار، کوٹ اور شلوار میں ملبوس تھا پوچھ گچھ کی۔ ۱۰ بجے کے قریب سب لوگ ڈاک بنگلہ سے چل کر اسٹیشن آئے۔ انسپکٹر موصوف موجود تھے۔ انہوں نے اسباب کے تلوانے اور ٹکٹ لینے میں مدد فرمائی، ۱۱ بجے کے قریب گاڑی آئی اور سب صاحبان آرام سے سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ ملتان تک سید سلیمان ندوی اور اقبال کا ساتھ رہا۔ سید سلیمان ندوی ملتان ٹھہر گئے۔ اقبال اسی روز رات کو اپنے گھر پہنچ گئے۔[9]

میر عبدالعزیز کرد کا شمار بلوچستان کی تحریک آزادی کے چند ممتاز رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ وہ قلات نیشنل پارٹی مستونگ کے صدر رہے۔ انہوں نے ۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ اقبال سے بلوچستان کے مسائل کے بارے میں ملاقات کی۔ ان کے ہمراہ ان کے ایک رفیق مشہور شاعر و ادیب اور صحافی جناب محمد حسین عنقا بھی تھے۔ انہوں نے اس ملاقات کی تفصیلات اپنے مضمون میں بیان کی ہیں۔[10]

دوران گفتگو حضرت علامہ نے متعدد مشورے دئے۔ ان میں ایک یہ تھا کہ مغرب سے آئی ہوئی اصلاحات سے بیمار قوموں کو شفا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے آپ شریعت اسلامیہ کی طرف رجوع کریں۔ میر عبدالعزیز کرد نے آخر میں عرض کیا ''ڈاکٹر صاحب آپ کی تعلیمات نے ملت اسلامیہ میں نئی روح پھونک دی ہے۔ آپ نے ہم کو جگایا ہے۔ لیکن ہم سب کو آپ سے یہ شکایت ضرور ہے کہ عملی طور پر آپ نے کوئی کام نہیں کیا''۔ اس پر حضرت علامہ نے فرمایا: بیٹا کیا میرا یہ عمل تھوڑا ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک گہری نیند سے جگا دیا ہے اور تمہارے سامنے ''کردار و عمل'' کا ایک راستہ تیار کر کے رکھ دیا ہے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس راستے پر چلو۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر مردانہ وار جہاد کرتے پھرو۔ دنیا میں آج تک کوئی ایسی ہستی پیدا نہیں ہوئی جس نے خود ہی ایک نظریہ قائم کیا ہو اور خود ہی اس پر عمل پیرا ہو کر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہو۔ ایک لمحہ توقف کیے بغیر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس مرد باخدا نے فرمایا: ہاں البتہ ایک ہستی ضرور ایسی گزری ہے جس نے خود ایک نظریہ پیش کیا ہو اور خود ہی اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جانتے ہو وہ کون تھے۔۔۔ وہ محمد عربی تھے۔ ''محمد عربی'' کا جملہ اس عارف کامل نے ایک ایسے پرسوز اور دردناک لہجے میں ادا کیا کہ شدت تاثیر سے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور جب میں نے (میر عبدالعزیز کرد) عرض کیا: بجا ہے جناب میں قائل ہو گیا ہوں۔ آپ نے ملت اسلامیہ کو بیدار کر کے واقعی بہت بڑا عمل کیا ہے ایک ایسا عمل جس کی نظیر کوئی نہیں''۔

بلوچستان کے ایک عالم باعمل اور درویش باصفا حاجی غلام سرور بارکزئی علامہ اقبال کے عقیدت مندوں اور پرستاروں میں سے تھے۔ اسی عقیدت کیشی کے باعث انہوں نے مستونگ سے لاہور تک کا سفر کیا تھا۔ وہ علامہ

موصوف کو ایک عظیم شاعر اور ایک ولی اللہ مانتے تھے۔ اور ان کی تخلیقات کو ''ھست قرآن در زبان اردو و فارسی'' سمجھتے تھے۔ حاجی سرور کے ''السلام وعلیکم'' کا جواب حضرت علامہ نے ''مرحبا وعلیکم السلام اے درویش'' دیا تھا۔ حاجی سرور نے علامہ اقبال کو ویسا ہی پایا جیسا وہ سمجھتے تھے۔ حاجی سرور نے علامہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ قوم کو بیدار کرنے کا پیغام تو دے رہے ہیں لیکن ہندوستان کے تیرہ بخت اور نابینا اس پیغام سے بینا نہ ہو سکیں گے۔ یہ سن کر علامہ اقبال نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ میری یہ خفتہ قوم ضرور جاگ اٹھے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری قوم کا مستقبل درخشاں ہے صرف وقت درکار ہے۔ جب حاجی غلام سرور بارک زئی واپس لوٹے تو علامہ اقبال نے ستر روپے بطور زاد راہ دئے۔ جتنا انکار کیا اتنا ہی اصرار بڑھا۔۔ حتیٰ کہ حاجی موصوف کو پیسے لینے پڑے۔ [۱۱]

بلوچستان کی ایک اور معروف شخصیت سردار بہادر نواب اسد اللہ خاں رئیسانی بھی علامہ اقبال کے بڑے گرویدہ تھے۔ علامہ اقبال کی مشہور نظم ''بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو'' اہل بلوچستان کی عکاس ہے۔

علامہ اقبال پر کتابیات:

بلوچستان میں علامہ اقبال پر جو کتابیں اور مقالے شائع ہوئے ان کے بارے میں معلومات درج ذیل ہیں۔ یہ فہرست ان کے سال اشاعت کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔

رحیل کوہ: محمد حسین عنقا، کراچی، ۱۹۳۴ء دو نظمیں ''ایک مرغ ہوا'' اور ''مرغ سرا'' جو علامہ اقبال کے مکالمہ مابین ''مرغ سرا و مرغ ہوا'' پر لکھی گئی۔ دوسری سنٹرل جیل مچھ میں بزبان فارسی علامہ اقبال کی نظم حکمت فرنگ (پیام مشرق) کے جواب میں تحریر کی گئی۔

''علامہ اقبال کی خدمت میں'' پروفیسر ش ضحیٰ کی پہلی نظم جو کوئٹہ میں تاسیس پاکستان کے بعد لکھی گئی۔ اس میں جذبات کی شدت کے ساتھ ساتھ رعنائی بیان کی بلندی و تازگی، اقبال کی تصانیف اور اشعار کے فنکارانہ ذکر نے نظم میں ایک امتیازی رنگ پیدا کر دیا۔ اس میں وہ واقعیت جھلکتی ہے جو اردو شاعری میں عام نہیں۔ پاکستانی ادب: (اس کا ماضئ قریب اور اس کی ذمہ داریاں) پروفیسر ایم انور رومان، 'مخزن' لاہور (دو قسطیں) شمارے جولائی و اگست ۱۹۴۹ء ضخامت ۳۵ صفحات اس کے دوسرے حصے میں مصنف نے پاکستانیت کے پیش نظر پاکستانی ادیب و شاعر اور فنکار و دانشور کے سامنے کچھ ٹھوس تجاویز پیش کیں۔ جنہیں پاکستانی ادب کا مقدر بننا ہے۔ ان کی تجاویز میں سرفہرست اقبال شناسی ہے۔ اقبال شناسی کے لیے وہ باقاعدہ ایک پلان کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ جیسے:

۱۔ ان کے کلام کی تشریح و توضیح۔۔ ان کے مطالب کو عوامی ذہن تک پہنچایا جائے۔

۲۔ وہ جامعیت کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ اس لیے دوسرا ضروری قدم علمی و تحقیقی ہو۔

۳۔ تیسرا اہم قدم تنقیدی ہے۔ پہلے انہیں پڑھا جائے۔ کیونکہ پہلے دوسروں کو پڑھ کر پھر ان کو پڑھنے سے اقبالیات کی روح مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور خود نقاد بھی الجھ کر رہ جاتا ہے۔

مثنوی صحیفۂ فطرت: نثار احمد محشر رسول نگری، کوئٹہ، ۱۹۵۷ء۔۔طویل نظم جو مثنوی مولانا رومی اور علامہ اقبال کے اسرار ورموز کی طرز پر لکھی گئی ہے۔

مسلمانوں کے سیاسی افکار: پروفیسر رشید احمد، لاہور، ۱۹۶۰ء۔ اس کتاب میں شامل بارہ مسلمان مفکروں میں سے ایک علامہ اقبال ہیں۔ ان کے حالات زندگی، کتب اور سیاسی نظریات کے متعلق مختصر جائزے ہیں۔ پروفیسر رشید احمد کے دو اور مضمون بھی شائع ہوئے:

اقبال مجدد عصر، ہمایوں، لاہور، اگست ۱۹۵۱ء

اقبال کے سیاسی افکار، ثقافت، لاہور، اکتوبر ۱۹۵۹ء

اقبال کا نظریۂ اخلاق: پروفیسر سعید احمد رفیق، لاہور، ۱۹۶۰ء ۲۱۴ صفحات کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جو تصور خودی، عمل کی مثبت اور منفی اقدار، فرد اور ملت اور اخلاقیات و مابعد الطبیعات کے باہمی رشتہ سے متعلق ہیں۔ مصنف محض اقبال کے بنیادی' اخلاقی نظریات کو واضح کرنے میں ہی کامیاب نہیں ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے اقبال کو مسلم مفکرین کے جھرمٹ میں رکھ کر تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔

علاوہ ازیں پروفیسر سعید احمد رفیق کے متعدد مقالات شائع ہوئے ہیں۔ انہوں نے یوم اقبال کی متعدد تقاریب اور ریڈیو پر اقبال کے فکر اور شعر کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر اور مقالات پیش کیے ہیں۔ (تفصیل کے لیے رجوع کیجیے، علامہ اقبال اور بلوچستان، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، اسلام آباد ۱۹۸۶ء ص ۱۳۴ تا ۱۳۶)۔

بردوش ھوا: پروفیسر آغا صادق، لاہور، ۱۹۶۲ء۔ علامہ اقبال سے متعلق دو نشری تقریروں کے عنوان ہیں: ''اقبال ایک فنکار کی حیثیت سے'' اور ''اقبال کے نفس سے لالے کی آگ تیز''

نغمہ وساز: پروفیسر آغا صادق، کوئٹہ، ۱۹۶۸ء۔۔

یہ علامہ اقبال کی چالیس غزلیات ومنظومات پر چالیس تضمینیں لکھی ہیں۔ آغا صادق نے اپنے فارسی مجموعۂ کلام ''شاخ طوبیٰ'' (کوئٹہ ۱۹۵۱ء) کا انتساب شاعر مشرق علامہ اقبال کے نام کیا ہے۔ چشمۂ کوثر، پروفیسر آغا صادق، کوئٹہ، ۱۳۹۳ھ۔ آہنگ شیراز، پروفیسر آغا صادق، ملتان، ۱۹۷۲ء۔ اس میں علامہ اقبال سے متعلق چار فارسی مقالات (فکر اساسی اقبالؒ، منابع افکار اقبالؒ، ترجمہ شکوہ اقبالؒ، ترجمہ جواب شکوہ اقبالؒ درنثر فارسی امروزہ) شائع ہوئے ہیں۔

سید صفدر حسین صفدر چند سال بلوچستان (مستونگ، کوئٹہ) میں بحیثیت لیکچرار فلاسفی مقیم رہے۔اسی دوران لکھے گئے علامہ سے متعلق یہ مضامین قابل ذکر ہیں۔

۱۔ اقبال اوراس کی ہمہ گیر شخصیت، چٹان، لاہور، ۸۔اپریل ۱۹۶۸ء۔

۲۔ فکر اقبال کی رہنمائی، سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، جون ۱۹۶۸ء۔

۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کی یوم پیدائش کی صد سالہ تقریبات کی مناسبت سے پروفیسر ایم انور رومان نے انگریزی میں ایک طویل مقالہ تحریر کیا تھا ''Iqbal, A Hero and His Heroes'' جو سہ ماہی ''اقبال'' لاہور کے شمارہ نمبر ۲۴، اکتوبر ۱۹۷۷ء میں صفحہ ۵۵ تا ۱۰۰ چھپا۔

۱۹۷۷ء کی مناسبت سے ''مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان پنڈی/اسلام آباد'' نے جو کتب شائع کیں اور جن کا انتساب حضرت علامہ کے نام کیا گیا۔ان میں ایک کتاب شعر فارسی در بلوچستان از ڈاکٹر انعام الحق کوثر تھی۔اسی نسبت سے ''جوئے کوثر'' از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۷۷۔۱۹۷۶ء شائع ہوئی۔جس کا انتساب علامہ اقبال (۱۹۷۷ء) اور قائداعظم محمد علی جناح (۱۹۷۶ء) کے حضور ہے۔

ناقدین کی نظر میں اس کتاب کا اقبالیات کا حصہ خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔

مردحر: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۷۸ء (مناسبت ۱۹۷۷ء) اس میں پانچ مضامین جو علامہ اقبال کے افکار کی وضاحت کرتے ہیں۔

رگ سنگ: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، پروفیسر خورشید افروز، گورنمنٹ ڈگری کالج لورالائی کا میگزین، خصوصی شمارہ قائداعظم و اقبال نمبر، دسمبر ۱۹۷۷ء زبانیں: اردو، انگریزی، فارسی، پشتو۔

تصور قومیت اور پاکستان: ڈاکٹر تبسم کاشمیری، لاہور، ۱۹۷۷ء، اس میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا مقالہ ''قومیت اور اقبال'' (ص ۲۳ تا ۴۱) شامل ہے۔

شکوہ اور جواب شکوہ کا براہوئی ترجمہ: ظفر مرزا، ''ایلم'' مستونگ کے ۱۹ مئی ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں شائع ہونا شروع ہوا۔

علامہ محمد اقبال: (براہوئی میں کتابچہ) ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء

علامہ اقبال کی بعض نظموں کا بلوچی اور براہوئی میں ترجمہ: پیر محمد زبیرانی، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء

پیر محمد زبیرانی نے ''ارمغان حجاز'' کا بھی بلوچی میں ترجمہ کیا جو غیر مطبوعہ ہے۔

درگال اقبال (بلوچی): میر مٹھا خاں مری، کوئٹہ، ۱۹۷۷ء ۴۸۸ صفحات، علامہ سے متعلق احمد ندیم قاسمی

کا کتابچہ، بلوچی ترجمہ از غوث بخش صابر کوئٹہ، ۱۹۷۷ء پہلی ''ڈاکٹر محمد اقبال بین الاقوامی کانگرس'' منعقدہ لاہور ۲ دسمبر ۱۹۷۷ء زیر اہتمام پنجاب یونیورسٹی، اس میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے مقالہ بعنوان ''علامہ اقبال اور تحریک پاکستان'' پڑھا۔ پروفیسر مجتبیٰ حسین جامعہ بلوچستان کوئٹہ نے ایک مضمون بعنوان ''اقبال کے قارئین'' پیش کیا۔

علامہ اقبال اردو کانفرنس منعقدہ لاہور ۳ تا ۶ نومبر ۱۹۷۷ء زیر اہتمام: مغربی پاکستان انجمن ترقی اردو، اس میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے مقالہ بعنوان ''علامہ اقبال اور بلوچستان'' پڑھا۔

علامہ اقبال اردو کانفرنس منعقدہ میر پور آزاد کشمیر ۷ تا ۸ نومبر ۱۹۷۷ء زیر اہتمام: محکمۂ تعلیم آزاد کشمیر۔ ایک سیشن میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے مقالہ ''علامہ اقبال اور بلوچستان'' پڑھا۔ آخری سیشن کی صدارت ڈاکٹر کوثر نے کی اور صدارتی خطبہ دیا۔ علامہ اقبال سے متعلق ایک اہم مذاکرہ منعقدہ لاہور ۹ نومبر ۱۹۸۲ء زیر اہتمام ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ۔ اس میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے بعنوان ''علامہ اقبال اور بلوچستان'' خطاب کیا۔

مقالات خودی: ایک مقالہ خودی اور شیخ سعدی (علامہ اقبال کی خودی کا بھی ذکر) از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی، ۱۹۸۲ء۔ دوسری ''ڈاکٹر محمد اقبال بین الاقوامی کانگرس'' منعقدہ لاہور ۹ تا ۱۱ نومبر ۱۹۸۳ء زیر اہتمام پنجاب یونیورسٹی، بلوچستان سے پانچ صاحبان نے (علامہ اقبال کا ذہنی ارتقا از مسز ثاقبہ رحیم الدین، علامہ اقبال اور بلوچستان از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، اقبال اور عظمت آدم از ملک محمد رمضان، براہوئی اور بلوچی ادب پر علامہ اقبال کے اثرات از نادر قمبرانی، علامہ اقبال اور پشتو ادب از عابد شاہ عابد) مقالات پیش کیے۔

دو شیریں کیف (سرور رفتہ) کلام اقبال کا بلوچی منظوم ترجمہ، غوث بخش صابر، کوئٹہ، ۱۹۸۶ء

علامہ اقبال اور بلوچستان: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ۲۱۶ صفحات سات ابواب پر مشتمل، ناقدین کی نظر میں اقبال شناسی کا ایک خوبصورت مرقع، محققین کے لیے ایک نیا باب۔

عرفان و آگہی: ناگی عبدالرزاق خاور، کوئٹہ ۱۴۰۶ھ، رومی و اقبال کے فیضان کا ذکر

قندیل: ناگی عبدالرزاق خاور، کوئٹہ ۱۹۸۸ء علامہ اقبال سے استفادہ۔

تضمینات اقبال: ناگی عبدالرزاق خاور، غیر مطبوعہ

سنگاب: عطا شاد، کوئٹہ، ۱۹۸۵ء علامہ اقبال کا اثر موجود۔ علامہ کی بعض نظموں کا بڑی خوبصورتی سے بلوچی میں ترجمہ کیا گیا۔ ایک مضمون اقبال و بلوچستان بھی لکھا تھا۔

نصاب تعلیم میں اقبالیات، ورکشاپ منعقدہ لاہور ۲، ۳۔ اپریل ۱۹۸۸ء زیر اہتمام اقبال اکادمی پاکستان لاہور، روئداد میں مندرج ہے: ''سب سے عمدہ کام ڈاکٹر محمد معروف کی ہدایت پر سید سجاد حیدر رضوی اور ڈاکٹر انعام الحق

کوثر کا تھا''۔(اقبالیات، لاہور، جولائی۔ستمبر ۱۹۸۸ء، ص ۱۷۹ تا ۱۹۷)۔

اسیٔ اقبال: (میں اور اقبال) براہوئی، وحید زہیر، کوئٹہ، ۱۹۸۸ء

اقبالیات کے چند خوشے: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۱۹۸۸ء مع اضافے لاہور، ۱۹۹۶ء

اقبال اور مغربی استعمار: پروفیسر انور رومان، لاہور، ۱۹۸۹ء دوسری بار ۱۹۹۶ء

اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین: (جلد اول و جلد دوم) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء

اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، جلد اول، لاہور، ۱۹۹۰ء جلد دوم، لاہور، ۱۹۹۲ء

اقبال کی شاعری اور اس کے اثرات: ڈاکٹر فاروق احمد، سہ ماہی دستگیر کوئٹہ، اکتوبر ۱۹۹۱ء

اقبال ہر دور کا شاعر: ڈاکٹر فاروق احمد، سہ ماہی 'حریر' بولان، کوئٹہ، مارچ ۱۹۹۲ء

اقبال درنظر رہبر ملت ایران، پروفیسر دکتر سلطان الطاف علی، سہ ماہی ''دانش'' اسلام آباد، دسمبر ۱۹۹۳ء

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو و علامہ اقبال: ابیات باہو، پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی، لاہور، ۱۹۷۵ء۔

اقبالیات درسی کتب میں: شاہد اقبال کامران، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، اس میں بلوستان کی درسی کتب کا جائزہ بھی شامل ہے۔

غنائیہ دیدہ ور (مکالمہ): پروفیسر شرافت عباس، سہ ماہی صریر بولان، کوئٹہ، ۱۹۹۳ء۔

ماوا اقبال (مکالمہ) شعر فارسی: ایضاً۔

پروفیسر شرافت عباسی پچھلے قریباً پندرہ سال سے علامہ اقبال کی شخصیت، فکر و فن اور پیغام سے متعلق متعدد تحریریں (مزید تین منظومات، آٹھ مقالات) اور تقریریں (پچاس سے زائد) پیش کر چکے ہیں۔(برائے تفصیل رجوع کیجیے، انعام الحق کوثر، علامہ اقبال اور بلوچستان، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۸ تا ۱۸۴۔

اقبال کے کولمبس، شاہین بچوں کا اقبال، ہک محرم میخانے دا (سرائیکی) (قلمی) امداد نظامی، کوئٹہ۔

اقبال اور اقبالیات، (قلمی) مسز سلطانہ یاسمین نظامی، کوئٹہ۔

عہد حاضر کے مسائل، کلام اقبال کے آئینے میں، (قلمی) پروفیسر ڈاکٹر فردوس انور قاضی، کوئٹہ۔

اقبال اور پشتون، فضل احمد غازی، کوئٹہ سن اشاعت ندارد

دعظیم اقبال ثقافتی نظریہ، (پشتو) فضل احمد غازی، اولس، کوئٹہ، نومبر۔ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

تضمینات در بال جبریل وضرب کلیم (غیر مطبوعہ) حافظ قاری محمد ابراہیم، حافظ خلف، حاجی مہتاب الدین امرتسری (۱۰ اگست ۱۸۹۶ء تا ۲۷ فروری ۱۹۹۲ء)۔

کلام اقبال پر اردو و فارسی میں تضمینات، نور محمد ہمدم، آداب سفر، کوئٹہ ۱۹۸۸ء۔

اقبال (منظوم) پروفیسر خلیل صدیقی، علامہ اقبال اور بلوچستان، لاہور ۱۹۹۸ء ص ۱۳۶ تا ۱۴۰۔

شاعر قوم، اقبال کی زمین میں ایک غزل، ریاض قمر، علامہ اقبال اور بلوچستان، لاہور، ص ۶۵۔۱۶۷۔

علامہ اقبال، (بلوچی نظم) خدائے رحیم بیتاب، علامہ اقبال اور بلوچستان، لاہور، ص ۱۳۵۔۱۳۶۔

اقبال، اعتراف اقبال کے حضور، عابد شاہ عابد، علامہ اقبال اور بلوچستان، لاہور، ص ۱۸۹۔۱۹۱۔

بلوچستان میں مطالعہ اقبال کی تحریک، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، سہ ماہی اقبال، لاہور، حصہ اول، اکتوبر ۱۹۹۵ء۔ حصہ دوم، اپریل ۱۹۹۶ء۔

اقبال شناسی اور آغا صادق، ڈاکٹر نوید حسن، لاہور، ۱۹۹۵ء۔

اقبال اور زرعی معاشیات، پروفیسر اجمل صدیقی، مقالہ برائے ایم۔فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

اقبال اور ورناک (براہوئی)، اقبال اور نوجوان، ایم صلاح الدین مینگل (قلمی)، کوئٹہ ۱۹۹۵ء۔

لعل ءلقا (اقبال ءزند فکر، غوث بخش صابر، لاہور، ۱۹۹۶ء۔

اقبال کی مستقبل شناسی، پروفیسر غلام یاسین، مقالہ برائے ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (قلمی)، ۱۹۹۵ء۔

بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات، غلام قاسم مجاہد، مقالہ برائے ایم فل، (قلمی) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۶ء۔

بلوچستان میں اقبالیات، پروفیسر امین الحق، مقالہ برائے ایم فل، (قلمی)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء۔

پشتو ادب پر اقبال کے اثرات، عبدالرؤف رفیق، مقالہ برائے ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (قلمی)، ۱۹۹۷ء۔

اس سال ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی مندرجہ ذیل کتب شائع ہوئی ہیں:

اقبال کا وطن جہانی کا تصور، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بین الاقوامی فکر اقبال سیمینار، لاہور، ۱۹۹۶ء۔

فرنگی کلچر اور اقبال، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، اردو ڈائجسٹ، لاہور، نومبر ۱۹۹۷ء۔

علامہ اقبال اور بچے، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، نیکی کی کلیاں کتاب نمبر ۴، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء۔

علامہ اقبال اور مسلمانانِ عالم میں اتحاد، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، تیسری بین الاقوامی اقبال کانگرس پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۹ تا ۱۱ نومبر ۱۹۹۸ء۔

علامہ اقبال اور بلوچستان مع اضافے، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۹۸ء۔

جس میں کوئٹہ کا ۱۹۳۵ء کا قیامت خیز زلزلہ اور علامہ اقبال، بعض ادبی مجالس (بزمِ اقبال کوئٹہ، مجلس فارسی گورنمنٹ کالج کوئٹہ، بزمِ اقبال گورنمنٹ کالج کوئٹہ، وغیرہ) بلوچستان کے تعلیمی اداروں میں علامہ اقبال سے متعلق منعقدہ بعض تقاریب کا مختصر ذکر، پاکستان نیشنل سنٹر کوئٹہ، پاکستان چلڈرنز اکیڈمی کوئٹہ، ریڈیو پاکستان کوئٹہ، علاقائی دفتر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور ڈاکٹر اقبال، مکران اور علامہ اقبال، گوشۂ اقبال جامعہ بلوچستان، کوئٹہ، بلوچستان کی متعدد ادبی شخصیات اور علامہ اقبال، بلوچستان کی مختلف درسگاہوں کے میگزین کے علامہ اقبال سے متعلق مندرجات، ڈاکٹر اقبال سے متعلق ادلس (پشتو، بلوچی اور براہوئی) کوئٹہ میں مندرجات کی تفصیل موجود ہے۔

''آغازِ سخن'' میں بلوچستانی ماحول کو بیان کرتے ہوئے کلامِ اقبال سے برجستہ استفادہ کیا گیا ہے۔ انتساب علامہ اقبال کے والدِ شیدا میر یوسف علی خاں عزیز اور پروفیسر ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید سرخانی (جو بلوچستان سے اقبال شناسی کی روایت کے ساتھ ایران پہنچے) کے نام ہے۔ (اقبال وہ اسلام) (اقبال اور اسلام) براہوئی، ہوسن براہوئی، کوئٹہ ۱۹۹۹ء

بلوچستان کے کسی دور افتادہ ہائی سکول تک جائیے وہاں دیواروں پر علامہ اقبال کے اشعار خوبصورت انداز میں لکھے ہوئے نظر آئیں گے جو دل کے تاروں کو چھیڑ کر عمل پر ابھارتے ہیں۔ ایک بار بلوچستان بھر کے تعلیمی اداروں میں یہ سروے کیا گیا تھا کہ طلباء کس شاعر کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں تو بھاری اکثریت کا جواب تھا: اقبال

اس حوالے سے مختصر جائزے سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ سرزمین بلوچستان میں وطنِ عزیز پاکستان کے قومی اور مسلمانانِ عالم کے ملی شاعر و مفکر حکیم الامت علامہ اقبال کے افکار کی شرح و بسط کے لیے اچھا خاصا علمی و تحقیقی کام ہوا ہے اور بفضلِ ایزدی ہو رہا ہے۔

'' ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

حوالہ جات

۱۔ پیر محمد امین کھوسہ، "بلوچستان کے اولین انقلابی راہنما نصرت" عزیز بگسی نمبر (کراچی، ۵ جون، ۱۹۵۷ء)۔

۲۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، مکاتیب یوسف عزیز مگسی، (لاہور، ۱۹۷۸ء)۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ روزنامہ انقلاب (لاہور، ۹ جون، ۱۹۳۵ء)

۵۔ ڈاکٹر غلام سرور، اقبال ایرانیوں کی نظر میں، (تعارف، خواجہ عبدالحمید عرفانی، کراچی، ۱۹۵۷ء)

۶۔ خواجہ عبدالحمید عرفانی، اقبال اور ایران (سیالکوٹ، ۱۹۸۶ء) ص ۱۱۔۱۲۔

۷۔ انعام الحق کوثر، ایضاً

۸۔ کمال الدین احمد صحافت وادیٔ بولان میں، (کوئٹہ، ۱۹۷۸ء) ص ۴۹۔

۹۔ سید سلیمان ندوی، "سیر افغانستان، پیش لفظ"، (حیدر آباد دکن، ت۔ن۔)

۱۰۔ محمد حسین عنقا، "قطب عالم، عارف ہند حضرت علامہ اقبال" روزنامہ احسان، (لاہور، اقبال نمبر، مئی، ۱۹۳۸ء)۔

۱۱۔ بلوچی دنیا، (ملتان، فروری، ۱۹۶۹ء) ص ۲۵ تا ۲۸۔